الصالحات:مجلہ برائے خواتین، معاشرہ، اور مذہب (سماجی علوم) جلد ۴، شمارہ۴ ، اکتوبرتا دسمبر،۲۰۲۵ آئی ایس ایس این: ۲۱۲۷-۲۹۵۹؛ ای-آئی ایس ایس این: ۲۱۳۵-۲۹۵۹

تعلیمِ محمدیﷺ میں سود سے متعلق اعترضات کا تحقیقی جائزہ

A Critical Study of the Objections Concerning Usury in *Ta'līm-i-Muḥammadī* (PBUH)

Zubair Hanif, ** Dr. Qazi Furqan Ahmad

** PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan*

*** Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat.*

KEYWORDS

Bayʿ (Sale), Christian–Muslim Polemics, Islamic Economics
ʿImād al-Dīn Lāhiz,
Islamic Commercial Law,
Ribā (Usury),
Sadd al-Dharāʾiʿ,
Taʿlīm-i Muḥammadī.

ABSTRACT

This article critically examines two objections raised by the Christian polemicist ʿImād al-Dīn Lāhiz in his Urdu treatise Taʿlīm-i Muḥammadī against the Islamic concept of usury (ribā). The first objection alleges that the Prophet Muhammad ﷺ sanctioned a transaction in which one slave was exchanged for two, a dealing the critic classifies as usurious yet not condemned as such. The second contends that a statement attributed to the Caliph ʿUmar ibn al-Khaṭṭāb betrays uncertainty over the true nature of ribā, thereby rendering Islamic financial law ambiguous. Drawing on Qurʾānic injunctions, Prophetic traditions, classical exegesis, and juristic discourse, the study argues that both objections rest on a conflation of ribā with lawful commercial exchange (bayʿ) and on a misreading of the juristic principles of scrupulous caution (waraʿ) and the blocking of pretexts (sadd al-dharāʾiʿ). It concludes that Islamic law offers a coherent and internally consistent framework on ribā, and that the cited evidences neither weaken the prohibition of usury nor destabilise the Islamic economic order.

تعارف

برصغیر میں انیسویں صدی کا دور مذہبی مناظرات، استعماری تغیرات اور فکری کشمکش کا دور تھا۔ اسی عہد میں چند ایسی شخصیات سامنے آئیں جنہوں نے مذہبی شناخت کی تبدیلی کے باعث علمی و تاریخی حلقوں میں غیر معمولی توجہ حاصل کی۔ ان میں پادری عماد الدین لاہوری ایک اہم نام ہےبرصغیر میں ان کی حیثیت محض ایک عیسائی مبلغ کی نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی ہے جو اسلامی علمی روایت میں تربیت پانے کے بعد مسیحی مناظرانہ ادب کا فعال حصہ بنے۔ ان کی افکار کا مطالعہ برصغیر میں مسلم–مسیحی فکری تعامل کی تفہیم کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

"تعلیم محمدی" پادری عماد الدین لاہوری کی اُن اہم مناظرانہ تصانیف میں شمار ہوتی ہے جو برصغیر کے اردو مسیحی مناظرانہ ادب کی تشکیل میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کتاب محض ایک مذہبی تحریر نہیں بلکہ ایک باقاعدہ تقابلی مذہبی (Comparative Religion) متن ہے جس میں اسلام کو مسیحی عقائد کے تناظر میں سمجھنے اور تنقید کا ہدف بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

*Corresponding Author: *Zubair Hanif*
Email Address: qazi.furqan@uog.edu..pk

یہ کتاب اس فکری سلسلے کا حصہ ہے جس میں انیسویں صدی کے پنجاب میں عیسائی مشنری مصنفین نے مقامی زبان (اردو) میں اسلامی عقائد کے ساتھ مکالمہ اور مناظرہ کیا۔ ذیل میں اسی کتاب میں سود سے متعلق اسلامی تعلیمات پر اٹھائے گئے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

پہلا اعتراض

معترض عماد الدین لاہز نبی کریم ﷺ کے ایک معاملے (غلام کے تبادلے) پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سود کی ایک صورت تھی، لیکن اسے سود قرار نہیں دیا گیا۔ اس کے مطابق اسلامی اخلاقی و مالی نظام میں تعریفات بدل کر مفاد کے مطابق حکم دیا جاتا ہے۔

اگر یہ اعتراض درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ: اسلامی معاشی احکام کی اصولی حیثیت ختم ہو جائے، سود (ربا) کی تعریف مبہم اور غیر معیاری قرار پائے، نبی کریم ﷺ کے فیصلوں کو اخلاقی تضاد سمجھا جائے اور شریعت کے تجارتی اصول غیر مستحکم قرار دیے جائیں۔

یہ اعتراض دراصل "ربا، بیع اور تبادلہ" کے فقہی فرق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

1 **اعتراض کا اصل متن**

پادری عماد الدین لکھتا ہے:

"خود حضرت نے ایک بار ایک غلام لیا اس کے عوض دو غلام دیے تھے گیہوں کے قاعدے کے موافق یہ بھی سود تھا پر اس کو حضرت نے سود نہ کہا" (لاہز، 1880، ص 172)

2 **اعتراض کا علمی خلاصہ**

معترض کے مفروضات:

ہر اضافی تبادلہ سود ہوتا ہے۔ غلاموں کا تبادلہ بھی مالی سود کے زمرے میں آتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے (معاذ اللہ) سود کو جائز قرار دیا۔

بنیادی مغالطہ:

یہاں ربا (سود) اور بیع/تبادلۂ اشیاء میں فرق نہیں کیا گیا۔ غلامی کے شرعی و تاریخی نظام کو جدید بینکاری سے خلط کیا گیا ہے اور فقہی اصطلاحات کو غیر سیاق میں استعمال کیا گیا ہے۔

3 **جواب اعتراض**

اسلامی شریعت میں "سود (ربا)" صرف اس اضافی مالی زیادتی کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی جنس کی مکیل و موزون اشیاء کے غلط تبادلے یا قرض پر اضافہ کے ساتھ مشروط ہو۔

جبکہ غلاموں یا مختلف اشیاء کا تبادلہ "بیع" کے زمرے میں آتا ہے، نہ کہ ربا کے۔ مختلف اشیاء کی قیمت، حیثیت اور نفع مختلف ہوتا ہے، لہٰذا ان کا تبادلہ اضافی قیمت کے ساتھ بھی جائز ہے۔

نبی کریم ﷺ کے معاملات شریعت کے عین مطابق تھے، اور ان میں ربا کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن نے واضح طور پر سود کو قطعی حرام قرار دیا ہے۔

4 قرآن مجید سے استدلال

﴿ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾ (البقرة 2:275)

"اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔" یہ آیت بیع اور ربا کے واضح فرق کو بیان کرتی ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا ﴾ (آل عمران 3:130)

"اے ایمان والو! سود نہ کھاؤ۔" یہ آیت سود کی قطعی حرمت کو ظاہر کرتی ہے۔

﴿ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴾ (البقرة 2:279)

"اگر تم سود سے باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔" یہ آیت سود کی سنگین حرمت اور اس پر شدید وعید کو ظاہر کرتی ہے۔

5 سنت نبوی ﷺ سے استدلال

«الذهب بالذهب والفضة بالفضة مثلًا بمثل يدًا بيد» (البخاری، 1422ھ)

"سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر اور ہاتھوں ہاتھ ہونا چاہیے۔" تجارت کو مکمل واضح کر دیا گیا ہے۔

«لعن الله آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه» (القشیری، 1991م)

"اللہ نے سود کھانے والے، دینے والے، لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔" سود اور اس کے احکامات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

«البيعان بالخيار ما لم يتفرقا» (البخاری، 1422ھ)

"خریدار اور بیچنے والے کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔" تجارت کے جواز بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

6 اقوال مفسرین سے استدلال

امام طبری

«فليست الزيادتان اللتان إحداهما من وجه البيع، والأخرى من وجه تأخير المال والزيادة في الأجل، سواء» (الطبری، 2001م، ج6، ص13)

امام طبری نے نفع تجارت اور مہلت قرض کے بدلے حاصل ہونے والی زیادتی کے درمیان صریح فرق بیان کیا ہے۔ لہٰذا محض یہ امر کہ کسی تبادلے میں ایک جانب مقدار زیادہ ہے، اسے از خود سود نہیں بنا دیتا؛ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ زیادتی جائز بیع کا نتیجہ ہے یا مدت قرض بڑھانے کا معاوضہ۔

امام قرطبی

«والربا في اللغة الزيادة مطلقًا، ثم إن الشرع قد تصرف في هذا الإطلاق فقصره على بعض موارده» (القرطبی، 1964م، ج3، ص348)

امام قرطبی کی تصریح سے واضح ہوتا ہے کہ لغوی اعتبار سے ہر اضافہ ربا کہلا سکتا ہے، لیکن شرعی اصطلاح میں ہر زیادتی سود نہیں ہوتی۔ معترض نے لغوی معنی اور شرعی حکم کے درمیان امتیاز نہ کرتے ہوئے ہر غیر مساوی تبادلے کو سود قرار دے دیا ہے، حالاں کہ یہ استدلال درست نہیں۔

ابن کثیر

«أي هو نظيره، فلم حرم هذا وأبيح هذا؟ وهذا اعتراض منهم على الشرع» (ابن کثیر، 1999م، ج1، ص708)

ابن کثیر نے بیع اور ربا کو یکساں قرار دینے کے طرزِ استدلال کو اعتراض ناروا قرار دیا ہے۔ دونوں معاملات میں ظاہری طور پر مالی زیادتی پائی جا سکتی ہے، لیکن ان کی شرعی حقیقت ایک نہیں: جائز بیع میں نفع مباح ہے، جب کہ ربا میں ممنوع زیادتی پائی جاتی ہے۔

امام شافعی

«بأولى الأمور بنا أن نقول به بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم في استسلافه بعيرًا وقضائه إياه» (الشافعی، 1403ھ، ج3، ص122)

امام شافعی نے حیوانات سے متعلق مالی ذمہ داری کے جواز کی بنیاد سنتِ نبوی ﷺ پر رکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات کے لین دین کو محض عددی تفاوت کی وجہ سے اموالِ ربویہ کے تبادلے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عبارت زیرِ بحث مسئلے کی اصولی تائید کرتی ہے، جب کہ ایک غلام کے بدلے دو غلاموں کی بیع کے بارے میں براہِ راست توضیح امام نوویؒ کی شرح میں موجود ہے۔

ابن تیمیہ

«أن الأصل في العقود والشروط الجواز والصحة، ولا يحرم منها ويبطل إلا ما دل الشرع على تحريمه وإبطاله» (ابن تیمیہ، 1422ھ، ص261)

ابن تیمیہ کا بیان ایک عمومی فقہی اصول فراہم کرتا ہے: کسی معاملے کو صرف ظاہری مشابہت یا عددی تفاوت کی بنا پر سود قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کسی عقد کو ممنوع قرار دینے کے لیے معتبر شرعی دلیل اور متعلقہ علت کا پایا جانا ضروری ہے۔

امام نووی

«وفيه جواز بيع عبد بعبدين، سواء كانت القيمة متفقة أو مختلفة، وهذا مجمع عليه إذا بيع نقدًا» (النووی، 1996م، ج11، ص39)

امام نووی نے صحیح مسلم کی اسی حدیث سے براہِ راست استدلال کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ایک غلام کے بدلے دو غلاموں کا نقد تبادلہ جائز بیع ہے، سود نہیں۔ لہٰذا معترض نے اموالِ ربویہ کے احکام کو حیوانات کے نقد تبادلے پر بلا دلیل منطبق کر دیا ہے۔

یہ اعتراض ربا اور بیع کے فقہی فرق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اسلامی شریعت میں ربا صرف مخصوص مالی لین دین میں غیر شرعی زیادتی کو کہا جاتا ہے، جبکہ مختلف اشیاء یا غلاموں کا تبادلہ "بیع" کے زمرے میں آتا ہے، جو شرعی طور پر جائز ہے۔

قرآن مجید نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دے کر دونوں کے درمیان واضح حد قائم کر دی ہے۔ احادیث نے بھی ربا کی سخت ممانعت بیان کی ہے لیکن جائز تجارت کو مکمل طور پر الگ رکھا ہے۔

مفسرین اور فقہاء کے مطابق ہر زیادتی ربا نہیں ہوتی، بلکہ ربا ایک مخصوص شرعی اصطلاح ہے جس کے اپنے اصول ہیں۔

درست موقف کی منطقی توضیح یہ ہے کہ: ربا اور بیع دو الگ شرعی اصطلاحات ہیں۔ ہر اضافی تبادلہ سود نہیں ہوتا۔ غلاموں کا تبادلہ تجارتی معاہدہ ہے، ربا نہیں۔ شریعت نے تجارت اور سود کے درمیان واضح فرق رکھا ہے اور نبی ﷺ کے تمام معاملات شرعی اصولوں کے مطابق تھے۔

لہٰذا یہ اعتراض فقہی اصطلاحات کے غلط فہم استعمال پر مبنی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی معاشی نظام ایک متوازن، منظم اور الٰہی اصولوں پر قائم نظام ہے جس میں سود اور تجارت کے درمیان واضح اور قطعی فرق موجود ہے۔

دوسرا اعتراض

7 اعتراض کا تعارف

معترض عماد الدین لاہز خلیفہ دوم عمر بن خطاب کے ایک قول سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ (معاذ اللہ) سود کی حقیقت واضح نہیں تھی، اور اس بنا پر اسلامی قانونِ ربا غیر یقینی اور ناقابلِ عمل ہے۔ اس کے مطابق اگر خلیفہ کو ہی "سود کی مکمل شرح" معلوم نہ ہو تو امت اس گناہ سے کیسے بچ سکتی ہے؟

اگر یہ اعتراض درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ: قرآن کے معاشی احکام غیر واضح قرار پائیں، سنتِ نبوی ﷺ کی توضیحات ناکافی سمجھی جائیں، فقہ اسلامی کی صدیوں پر محیط علمی روایت مشکوک ہو جائے اور خلفائے راشدین کی فقہی بصیرت پر سوال اٹھے۔

یہ اعتراض دراصل "اجمال نصوص اور فقہی احتیاط" کو عدم علم سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

8 اعتراض کا اصل متن

پادری عماد الدین لکھتا ہے:

"پس یہ صاف اقرار خلیفہ کا ہے کہ درست معنی سود کے معلوم نہیں ہیں اس صورت میں کیونکر اس آفت سے بچ سکتے ہیں جو ایسا بڑا گناہ ہے" (لاہز، 1880، ص 173)

9 اعتراض کا علمی خلاصہ

معترض کے مفروضات:

خلیفہ عمر کو سود کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ اسلامی قانونِ ربا غیر واضح ہے اور اس ابہام کی وجہ سے گناہ سے بچنا ممکن نہیں۔

بنیادی مغالطہ:

یہاں فقہی احتیاط کو علمی جہالت سمجھا گیا ہے، نصوص کے اجمال کو عدمِ وضاحت قرار دیا گیا ہے اور صحابہ کے اجتہادی انداز کو (literal) علمی کمی سمجھا گیا ہے۔

10 جواب اعتراض

حضرت عمر بن خطاب کا یہ قول ہرگز اس معنی میں نہیں کہ انہیں سود کی حقیقت معلوم نہ تھی، بلکہ یہ فقہی احتیاط (prudential caution) اور اجتہادی دقت کا اظہار ہے۔

اسلامی شریعت میں سود کے بعض جزوی مسائل میں "سدّ الذرائع" اور احتیاط کا اصول اپنایا جاتا ہے تاکہ انسان مشتبہ معاملات سے بھی بچ سکے۔ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ امت کسی بھی ایسے معاملے سے دور رہے جو ربا کے قریب لے جانے والا ہو۔

لہٰذا اس قول کو علمی جہالت پر محمول کرنا صحابہ کے فقہی مقام سے ناواقفیت ہے۔

11 قرآن مجید سے استدلال

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا ﴾ (البقرة 2:278)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔" یہ آیت ربا سے مکمل اجتناب کا اصول بیان کرتی ہے۔

﴿ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ﴾ (الطلاق 65:2)

"جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔" یہ آیت تقویٰ اور احتیاط کے اصول کو واضح کرتی ہے۔

﴿ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (المائدہ 5:90)

"اس سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" یہ آیت مشتبہ امور سے اجتناب کی تعلیم دیتی ہے۔

12 سنت نبوی ﷺ سے استدلال

«الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما أمور مشتبهات» (البخاری، 1422ھ)

"حلال واضح ہے، حرام واضح ہے اور ان کے درمیان مشتبہ امور ہیں۔" اسلام نے حلال و حرام واضح کر دیے ہیں اور متشابہہ امور سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

«فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه» (القشیری، 1991م)

"جو شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا۔" اسلام ہر معاملہ میں متشابہہ امور سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

«دع ما يريبك إلى ما لا يريبك» (الترمذی، 2019ء)

”جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔“ اسلام سود اور دیگر تمام معاملات میں مشکوک چیزوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔

13 اقوال مفسرین سے استدلال

امام طبری

«يعني الزيادة التي يزاد رب المال بسبب زيادته غريمه في الأجل وتأخيره دينه عليه» (الطبری، 2001م، ج6، ص13)

امام طبری نے ربا کی بنیادی صورت واضح کر دی ہے کہ قرض کی مدت بڑھانے کے عوض وصول کیا جانے والا اضافہ ربا ہے۔ لہٰذا حضرت عمر سے منقول احتیاطی قول کو اصل حرمتِ ربا سے لاعلمی پر محمول نہیں کیا جا سکتا؛ اس کا تعلق ان جزوی صورتوں سے ہے جن میں ربا کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔

امام قرطبی

«من قولها للغريم: أتقضي أم تربي؟ فكان الغريم يزيد في عدد المال ويصبر الطالب عليه. وهذا كله محرم باتفاق الأمة» (القرطبی، 1964م، ج3، ص348)

امام قرطبی نے ربا جاہلیت کی معروف صورت متعین کر دی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حرمتِ ربا کا بنیادی مفہوم واضح تھا: قرض کی ادائیگی مؤخر کرنے کے بدلے اصل رقم میں اضافہ حرام ہے۔ البتہ نئی یا مشتبہ جزئیات میں فقہی احتیاط کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

ابن کثیر

«يعني بذلك بعض المسائل التي فيها شائبة الربا، والشريعة شاهدة بأن كل حرام فالوسيلة إليه مثله؛ لأن ما أفضى إلى الحرام حرام» (ابن کثیر، 1999م، ج1، ص711)

ابن کثیر نے واضح کیا ہے کہ اشکال ربا کے بنیادی حکم میں نہیں، بلکہ بعض ایسے جزوی مسائل میں ہے جن میں ربا کا شائبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر کی احتیاط انہی مشتبہ صورتوں سے اجتناب کی تعلیم دیتی ہے۔

14 اقوال فقہا سے استدلال

امام شافعی

«وقلنا الربا من وجهين في النسيئة والنقد، وذلك أن الربا منه يكون في النقد بالزيادة في الكيل والوزن، ويكون في الدين بزيادة الأجل» (الشافعی، 1403ھ، ج3، ص15-16)

امام شافعی نے ربا کی بنیادی صورتیں متعین کر دی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حرمت ربا کا اصل قانون معلوم اور منضبط تھا؛ احتیاط کا تعلق ان جزوی اطلاقات سے ہے جن میں کسی سودی علت کا احتمال پیدا ہو۔

جصاص

«وقد بين النبي صلى الله عليه وسلم كثيرًا من مراد الله تعالى بالآية نصًا وتوقيفًا، ومنه ما بينه دليلًا» (الجصاص، 1415ھ، ج2، ص184)

امام جصاص کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا کے بنیادی احکام اور متعدد صورتیں سنتِ نبوی ﷺ سے واضح تھیں، جب کہ بعض جزوی مسائل کے ادراک کے لیے شرعی استدلال کا راستہ موجود تھا۔ لہٰذا بعض فروعات میں اجتہاد کی ضرورت کو اصل قانون کے ابہام پر محمول کرنا درست نہیں۔

امام نووی

«ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام يحتمل وجهين: أحدهما أنه من كثرة تعاطيه الشبهات يصادف الحرام، وإن لم يتعمده» (النووی، 1996م، ج11، ص28-29)

امام نووی کے مطابق مشتبہ معاملات سے اجتناب کا مقصد قطعی احکام کو مبہم قرار دینا نہیں، بلکہ انسان کو بتدریج حرام میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھنا ہے۔ حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل اسی احتیاطی اصول کے مطابق تھا۔

یہ اعتراض حضرت عمرؓ کے قول کو غلط مفہوم میں پیش کرنے کا نتیجہ ہے۔ اسلامی فقہ میں ان کا یہ بیان علمی جہالت نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی احتیاط، تقویٰ اور اجتہادی بصیرت کا اظہار ہے۔

قرآن و سنت نے ربا کی حرمت کو واضح کیا ہے، اور ساتھ ہی مشتبہ امور سے بچنے کی تعلیم بھی دی ہے۔ حضرت عمرؓ کا موقف اسی قرآنی و نبوی اصول کا عملی اظہار ہے۔

فقہاء و مفسرین کے مطابق صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل دین میں شدت احتیاط اور سدّ ذرائع کے اصول پر مبنی تھا، نہ کہ کسی علمی کمزوری پر۔

درست موقف کی منطقی توضیح یہ ہے کہ: سود کی حرمت قرآن سے قطعی ثابت ہے۔ مشتبہ معاملات سے بچنا شرعی اصول ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول احتیاط پر مبنی ہے۔ یہ جہالت نہیں بلکہ فقہی کمال ہے۔ اسلامی قانون واضح اور منضبط ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ اس قول سے سود کی حقیقت غیر واضح ثابت ہوتی ہے، علمی طور پر غلط اور فقہی روایت کے بالکل خلاف ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ قول شریعت کے اعلیٰ ترین اصول احتیاط اور تقویٰ کی عملی مثال ہے۔

15 خلاصۂ تحقیق

زیرِ نظر تحقیق میں عماد الدین لاہز کی کتاب تعلیم محمدی میں سود (ربا) سے متعلق پیش کیے گئے دو بنیادی اعتراضات کا علمی، فقہی اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف نے ان اعتراضات کا تجزیہ قرآنِ مجید، سنتِ نبوی ﷺ، اقوالِ مفسرین اور آراءِ فقہاء کی روشنی میں کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ اعتراضات دراصل اسلامی فقہ کے بنیادی تصورات کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہیں۔

پہلے اعتراض میں عماد الدین لاہز نے نبی کریم ﷺ کے ایک معاملے کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کیا کہ آپ ﷺ نے ایک غلام کے بدلے دو غلام لیے یا دیے، جو بظاہر زیادتی پر مشتمل تبادلہ تھا، لہٰذا اسے

سود قرار دیا جانا چاہیے تھا۔ معترض کے نزدیک اگر یہ معاملہ سود نہیں تو پھر اسلامی قانونِ ربا میں تضاد پایا جاتا ہے۔ تحقیق میں واضح کیا گیا کہ یہ اعتراض "ربا" اور "بیع" کے درمیان فقہی فرق کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسلامی شریعت میں ربا ایک مخصوص شرعی اصطلاح ہے جو بعض متعین اجناس یا قرضی معاملات میں غیر شرعی زیادتی پر لاگو ہوتی ہے، جبکہ مختلف اشیاء، اموال یا غلاموں کا تبادلہ تجارتی لین دین (بیع) کے دائرے میں آتا ہے۔ چونکہ مختلف اشیاء کی مالیت، منفعت اور اوصاف مختلف ہوتے ہیں، اس لیے ان کے تبادلے میں کمی بیشی سود شمار نہیں ہوتی۔

اس موقف کی تائید میں قرآنِ مجید کی ان آیات سے استدلال کیا گیا جن میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ ﷺ سے یہ ثابت کیا گیا کہ سود کے مخصوص اصول اور شرائط ہیں اور ہر قسم کی زیادتی کو سود قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مفسرینِ کرام خصوصاً امام طبری، امام قرطبی اور حافظ ابن کثیر نے بھی واضح کیا ہے کہ ربا اور بیع دو الگ الگ شرعی حقیقتیں ہیں۔ فقہائے امت، مثلاً امام شافعی، امام نووی اور ابن تیمیہؒ نے بھی یہی اصول بیان کیا کہ ہر مالی فائدہ یا اضافی تبادلہ سود نہیں بنتا بلکہ سود کی اپنی مخصوص شرائط اور حدود ہیں۔ اس طرح پہلا اعتراض علمی اور فقہی لحاظ سے بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

دوسرے اعتراض میں عماد الدین لاہز نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ایک قول سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خود خلیفۂ ثانی کو سود کی حقیقت معلوم نہ تھی، لہٰذا اسلامی قانونِ ربا غیر واضح اور ناقابلِ عمل ہے۔ تحقیق میں اس اعتراض کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا گیا کہ حضرت عمرؓ کے مذکورہ بیان کا تعلق جہالت یا عدمِ علم سے نہیں بلکہ فقہی احتیاط، تقویٰ اور اجتہادی بصیرت سے ہے۔ اسلامی فقہ میں بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں اصل حکم واضح ہونے کے باوجود ان کے اطراف و جوانب میں احتیاط اختیار کی جاتی ہے تاکہ انسان مشتبہ صورتوں سے بھی محفوظ رہے۔ حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل اسی اصولِ "سدّ الذرائع" اور "ورع" کا مظہر تھا۔

اس اعتراض کے جواب میں قرآنِ کریم کی ان آیات سے استدلال کیا گیا جن میں اہلِ ایمان کو سود سے مکمل اجتناب، تقویٰ اختیار کرنے اور مشتبہ امور سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ ﷺ میں "الحلال بین والحرام بین" اور "فمن اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ" جیسے ارشادات سے یہ ثابت کیا گیا کہ شبہات سے اجتناب کرنا دین کی حفاظت اور تقویٰ کا تقاضا ہے۔ مفسرین نے حضرت عمرؓ کے قول کو فقہی احتیاط اور شدتِ ورع پر محمول کیا ہے، نہ کہ علمی کمزوری پر۔ فقہائے امت نے بھی معاملات میں احتیاط کو دینی کمال اور فقہی بصیرت کی علامت قرار دیا ہے۔

تحقیق کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ عماد الدین لاہز کے دونوں اعتراضات علمی بنیادوں پر کمزور ہیں۔ پہلا اعتراض ربا اور بیع کے درمیان بنیادی فقہی فرق کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوا، جبکہ دوسرا اعتراض فقہی احتیاط اور اجتہادی ورع کو عدمِ علم سمجھنے کے مغالطے پر مبنی ہے۔ قرآن و سنت، تفاسیر اور فقہی ذخیرے کا متفقہ مؤقف یہ ہے کہ سود کی حرمت قطعی، واضح اور غیر مبہم ہے۔ اسلامی معاشی نظام میں تجارت اور سود کے درمیان واضح حدِ فاصل قائم کی گئی ہے، جسے تمام ادوار کے علماء، مفسرین اور فقہاء نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

لہٰذا تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اسلام کا معاشی نظام ایک منظم، متوازن اور الٰہی اصولوں پر قائم نظام ہے جس میں ربا کی تعریف، اس کے احکام اور اس کی ممانعت پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور فقہائے امت کے اقوال و اعمال اس حقیقت کی تائید کرتے

ہیں کہ سود اور جائز تجارت کے درمیان ایک واضح، معقول اور مستقل شرعی امتیاز موجود ہے، جسے نظر انداز کرکے کیے جانے والے اعتراضات علمی معیار پر درست قرار نہیں دیے جا سکتے۔

مصادر ومراجع

القرآن الكريم

Al-Qurʾān al-Karīm.

لاہز، عماد الدین. (۱۸۸۰). تعلیم محمدی. امرتسر: وکیل ہندوستان پریس.

Lāhiz, ʿImād al-Dīn. (1880). Taʿlīm-i Muḥammadī. Amritsar: Wakīl-i Hindūstān Press.

البخاري، محمد بن إسماعيل. (١٤٢٢ھ). الجامع الصحيح. دمشق: دار طوق النجاة.

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. (1422 AH). Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ. Damascus: Dār Ṭawq al-Najāh.

الترمذي، محمد بن عيسى. (٢٠١٩). السنن. بيروت: دار الكتب العلمية.

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. (2019). Al-Sunan. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.

الجصاص، أبو بكر أحمد بن علي الرازي. (١٤١٥ھ). أحكام القرآن (ج٢). بيروت: دار الكتب العلمية.

Al-Jaṣṣāṣ, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī al-Rāzī. (1415 AH). Aḥkām al-Qurʾān (Vol. 2). Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah.

ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم. (١٤٢٢ھ). القواعد النورانية الفقهية. السعودية: دار ابن الجوزي.

Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm. (1422 AH). Al-Qawāʿid al-Nūrāniyyah al-Fiqhiyyah. Al-Suʿūdiyyah: Dār Ibn al-Jawzī.

ابن كثير، إسماعيل بن عمر الدمشقي. (١٩٩٩). تفسير القرآن العظيم (ج١). الرياض: دار طيبة.

Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar al-Dimashqī. (1999). Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm (Vol. 1). Riyadh: Dār Ṭaybah.

الشافعي، محمد بن إدريس. (١٤٠٣هـ). الأم (ج٣). بيروت: دار الفكر.

Al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs. (1403 AH). Al-Umm (Vol. 3). Beirut: Dār al-Fikr.

الطبري، محمد بن جرير. (٢٠٠١). جامع البيان (ج٦). القاهرة: دار هجر.

Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. (2001). Jāmiʿ al-Bayān (Vol. 6). Cairo: Dār Hajar.

القرطبي، محمد بن أحمد. (١٩٦٤). الجامع لأحكام القرآن (ج٣). القاهرة: دار الكتب المصرية.

Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. (1964). Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān (Vol. 3). Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyyah.

القشيري، مسلم بن الحجاج. (١٩٩١). الجامع الصحيح. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

Al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj. (1991). Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.

النووي، يحيى بن شرف. (١٩٩٦). المنهاج شرح صحيح مسلم (ج١١). بيروت: دار إحياء التراث العربي.

Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. (1996). Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim (Vol. 11). Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.